



پاکستانی روپے کی قیمت میں عدم النظیر اضافہ ہوا۔ اس کے نتیجے میں جوشیت احساسات پیدا ہوئے انہوں نے اس نقطہ نظر کو جنم دیا کہ حکومت بالآخر نمونے کے مرحلے کے لیے تیاری کر رہی ہے۔

اس بیرونی گرانٹ اور بعد ازاں بیرونی شعبے میں مثبت واقعات نے اسٹیٹ بینک کے زیر مبادلہ کے ذخائر کو آخر سہ ماہی کے ان اہداف سے کہیں بلند کر دیا جو حکومت نے آئی ایم ایف کے ساتھ طے کیے تھے۔ اپریل 2014ء میں تھری جی رفرنڈم لائسنسوں کی کامیاب نیلامی جس کا عرصے سے انتظار تھا، اپریل میں یورو بانڈ کے توسط سے آنے والے 2 ارب ڈالر اور جون میں بیرونی سرمایہ کاروں کو یو بی ایل کے حصص کی فروخت نے مئی 14ء کے آخر میں اسٹیٹ بینک کے زیر مبادلہ کے ذخائر کو 9.1 ارب ڈالر تک پہنچا دیا (یعنی دوران سال 3.1 ارب ڈالر کا اضافہ)۔ واجبات سے عاری زیر مبادلہ کے ذخائر (جنہیں خالص بین الاقوامی ذخائر بھی کہتے ہیں) میں اسٹیٹ بینک دوران سال اپنی اصل زیر مبادلہ تحویل 5.1 ارب ڈالر بڑھانے میں کامیاب رہا۔

بیرونی شعبے کو خارجی (exogenous) اور یکبارگی عوامل سے بھی فائدہ ہوا۔ اجناس کی بہترین الاقوامی قیمتوں (خصوصاً تیل اور پام آئل) کی وجہ سے درآمدی بل صرف 3.8 فیصد بڑھا جس نے برآمدات میں 1.5 فیصد نمونے مل کر مئی 14ء میں تجارتی خسارہ 1.2 ارب ڈالر بڑھا دیا۔ خدمات کے خسارے میں اضافے (اتحادی سپورٹ فنڈ میں کمی کی وجہ سے ایک ارب ڈالر) اور آمدنی کھاتے کے بلند تر خسارے (251 ملین ڈالر زیادہ) کے باوجود جاری کھاتے کا خسارہ سال کے دوران صرف 475 ملین ڈالر بڑھا۔ علاوہ ازیں تسلی کا اہم ذریعہ کارکنوں کی ترسیلات زر میں 1.9 ارب ڈالر اضافہ تھا جو تیزی سے اتنی ہی اہمیت اختیار کرتا جا رہا ہے جتنی برآمدی حاصل کی ہے۔ اس میں حیرت کی بات نہیں۔ ہم پچھلی مطبوعات میں بیان کر چکے ہیں کہ پاکستان کی زیر مبادلہ کی اصل آمدنی ٹیکسٹائل کی برآمد سے نہیں کارکنوں کی ترسیلات سے آتی ہے۔

## 1.2 مئی 14ء کا جائزہ

### حقیقی پیداوار کا شعبہ

مئی 14ء میں حقیقی جی ڈی پی نمو 4.1 فیصد تھی جبکہ مئی 13ء میں 3.7 فیصد رہی تھی (پاکستان دفتر شماریات)۔ جیسا کہ جدول 1.1 میں دکھایا گیا ہے، یہ شرح ہدف سے کم لیکن مئی 13ء سے بلند تر اور بہتر طور پر متوازن تھی۔ صنعتی نمونہ ہدف سے زیادہ تھی اور بڑے پیمانے پر ایشیا سازی کی نمونہ کا محرک مشروبات، چینی کا شعبہ اور کھاد کو گرا دانا جاسکتا ہے۔

زرعی شعبے میں 2.1 فیصد کی نمو ہوئی جو 3.8 فیصد کے ہدف سے کم تھی۔ اس کی بنیادی وجہ چھوٹی فصلوں میں کمی اور گلہ بانی کے شعبے کی ہدف سے پست تر نمو تھی۔ کپاس کو چھوڑ کر اہم فصلوں کی کارکردگی زیر کاشت رقبہ بڑھنے اور گندم و چاول کی پرکشش قیمتوں کی وجہ سے اچھی رہی۔ کپاس کی 12.8 ملین گانٹھیں ہدف سے کم اور مئی 13ء سے بھی کم رہیں۔ اس کا سبب زیر کاشت رقبے کی کمی تھی۔ مارکیٹ کے ماہرین کی آراء سے ظاہر ہوتا ہے کہ پست مارجن، بوائی کے زمانے میں پانی کی قلت، خام مال کی بڑھتی ہوئی قیمتیں اور گنے کی جانب منتقلی اس ہدف سے کم کارکردگی کی بنیادی وجہ تھیں۔ گذشتہ چند برسوں میں پاکستان کی زرعی کارکردگی کا جائزہ لینے پر انکشاف ہوتا ہے کہ پیداوار زیر کاشت رقبہ اور یا ناسازگار موسم پر بہت زیادہ منحصر ہوتی ہے۔ اس طبیعی دشواری سے بچنے کا واحد راستہ فصلوں کی یافت میں اضافے کے لیے کاشتکاری کے بہتر طریقے اختیار کرنا ہے۔

مالی سال 14ء میں چھوٹی فصلوں میں 3.5 فیصد کمی ہوئی جبکہ پچھلے سال 6.1 فیصد کی نمو ہوئی تھی۔ کپاس کی طرح چنے، آلو، سورج مکھی، مریچوں، ترٹی اور رائی کا زیر کاشت رقبہ بھی مالی سال 13ء کے مقابلے میں کم تھا۔ زیادہ مسئلہ گلہ بانی کے شعبے کی کارکردگی تھی۔ تناظر کے اعتبار سے گلہ بانی پاکستان کی جی ڈی پی کے 11 فیصد سے زائد کا احاطہ کرتی ہے (بڑے پیمانے کی ایشیا سازی سے زیادہ)، اور زندہ جانوروں کے اعتبار سے پاکستان دنیا میں نمایاں ملکوں میں شامل ہے (دیکھئے دوسرا باب)۔ تاہم اس اہم شعبے کا با معنی تجزیہ محدود اعداد و شمار کی وجہ سے نہیں ہو پاتا جو سال میں صرف ایک بار دستیاب ہوتے ہیں۔

مئی 14ء میں بڑے پیمانے پر ایشیا سازی کی نمو 3.9 فیصد رہی جو تقریباً پچھلے سال جتنی تھی۔ اس کے ساتھ ہی یہ کہنا ضروری ہے کہ بڑے پیمانے کی ایشیا سازی مئی 14ء کی پہلی تین

سہ ماہیوں میں 5.3 فیصد تھی۔ اس کمی کی وجہ سے 13ء کی چوتھی سہ ماہی کا مضبوط اساسی اثر اور م س 14ء کی چوتھی سہ ماہی میں سینٹ، فولاد اور سگریٹ کی پیداوار کی ناقص کارکردگی ہے۔ بڑے پیمانے پر ایشیا سازی کی زیادہ تر نمواس سال تین ذیلی شعبوں (کھاد، چینی اور مشروبات) کی بنا پر ہوئی جبکہ پاکستان کی صنعتی بنیاد کے دوسرے شعبوں (ٹیکسٹائل، سینٹ، گاڑیاں، پکانے کا تیل، فولاد، پٹرولیم مصنوعات، کاغذ اور شیشہ) کی نمو میں یا تو کمی آئی یا پھر پچھلے سال کے مقابلے میں پیداوار گر گئی۔

نمو کے محرکات کے حوالے سے دیکھا جائے تو کھاد کو گیس کی بہتر دستیابی، گنے کی بھر پور فصل اور مشروبات کی ملکی طلب نے بڑے پیمانے کی ایشیا سازی کو بڑھایا۔ جہاں تک رفتار میں کمی کا تعلق ہے، ٹیکسٹائل کی پست پیداوار، افغانستان کو سینٹ کی برآمدات میں کمی، گاڑیوں کی طلب کا گھٹنا،<sup>3</sup> خوردنی تیل کی پیداوار کا اساسی اثر اور پاکستان اسٹیل ملز کی عارضی بندش، ان عوامل کا اس میں دخل ہے۔ ایک آخری نکتہ یہ ہے کہ ایشیا ساز فز میں پاکستان میں بجلی کی قلت سے کیسے نمٹی ہیں۔ بڑی فیکٹریاں تو انائی کے متبادل ذرائع میں سرمایہ کاری کے وسائل رکھتی ہیں لیکن چھوٹے درمیانے درجے کے یونٹ جو زیادہ تعداد میں ہیں انہیں اپنا کام کم کرنا پڑا ہے کیونکہ وہ تو انائی کے دیگر ذرائع کی طرف منتقلی کی لاگت کی متحمل نہیں ہو سکتے (مثلاً شیشہ، کاغذ اور ٹیکسٹائل و یونٹ)۔ اس کے باوصف م س 15ء میں ایشیا سازی کی نمو کے امکانات مثبت ہیں۔<sup>4</sup>

م س 14ء میں خدمات کی نمو 4.3 فیصد ہوئی جبکہ گذشتہ برس 4.9 فیصد ہوئی تھی۔ اس کا بنیادی سبب مالیات و نیسے کی جانب سے پست اضافہ قدر اور عمومی حکومتی خدمات میں تیزی سے کمی ہے (دیکھئے دوسرا باب)۔ اگرچہ کمرشل بینکوں کی نفع آوری (جو مالیات و نیسے پر غالب ہیں) م س 14ء میں بڑھ گئی تاہم ان کا اضافہ قدر مجموعی اثاثوں کے رجحان کے مطابق رہا جو حقیقی معنوں میں صرف 3.8 فیصد بڑھے جبکہ م س 13ء میں ان میں 7.2 فیصد نمو ہوئی تھی۔ حکومتی خدمات جن میں م س 13ء کے دوران 11.3 فیصد نمو کا اندراج کیا گیا زیر جائزہ مدت کے دوران صرف 2.2 فیصد نمو پائیں۔ اس بڑی کمی کی زیادہ تر تشریح پچھلے سال کی سرکاری تنخواہوں کی سست نمو کی مدد سے کی جاسکتی ہے۔

حقیقی پیداوار کے شعبے کی مجموعی کارکردگی کو جانچتے وقت سرکاری اعداد و شمار کی کوریج اور ان شعبوں کے نمو کے مفروضات کو ذہن میں رکھنا چاہیے جن کو نظر میں رکھنا اور مضبوطی میں لانا مشکل ہوتا ہے۔ ہمارا نقطہ نظر یہ ہے کہ زراعت، ایشیا سازی اور خدمات میں جو زیادہ تیزی دکھائی دی وہ پاکستان دفتر شماریات کے اعداد و شمار میں صحیح طور پر منعکس نہیں ہوئی (دیکھئے دوسرا باب)۔<sup>5,6</sup> اس بات سے اس تصور کو تقویت ملتی ہے کہ ملک میں زیادہ متحرک معاشی سرگرمیوں کا بڑا حصہ سرکاری اعداد و شمار میں ظاہر نہیں ہوتا۔ اس نقطہ نگاہ کو مزید تقویت دینے کے لیے ان کمرشل کاروباری اداروں کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا جو عمداً دستاویزی سے گریز کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ فرمیں سرکاری کوریج میں موجود نہیں ہوتیں۔ ان تسلیم شدہ حقائق سے اس عام نقطہ نظر کی توثیق ہوتی ہے کہ پاکستان کی بے ضابطہ معیشت ہی اصل میں اقتصادی نمو کا انجن ہے بہ نسبت ان باضابطہ کاروباری اداروں کے جو سرکاری اعداد و شمار میں ظاہر ہوتے ہیں۔

### شعبہ توانائی

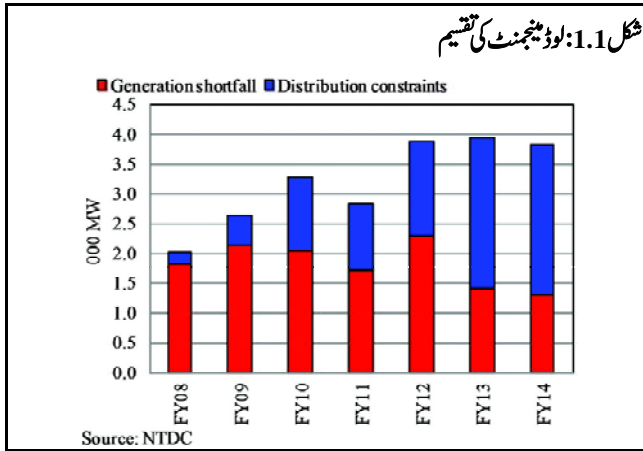
گذشتہ تین برسوں میں پاکستان کے ریکارڈ بلند مالیاتی خساروں کی وجہ ہونے کے باوجود شعبہ توانائی معیشت پر (بلا واسطہ اور بالواسطہ) بوجھ بنا ہوا ہے۔ اگرچہ م س 14ء میں پچھلے سال کے مقابلے میں ایسے دن کم آئے جب طلب و رسد کا فرق 4000 میگا واٹ سے تجاوز کر گیا تاہم م س 12ء سے پہلے کے دور سے موازنہ کیا جائے تو واضح لگاؤ دکھائی دیتا ہے (دیکھئے تیسرا باب)۔ اس کے باوجود م س 14ء میں بجلی کی زراعت میں کمی آئی ہے لیکن توانائی کے انفراسٹرکچر کی ناکافی منصوبہ بندی و ترقی اور چینلوں اور ڈسکوز میں اصلاحات کا فقدان بدستور پاکستان کی معیشت کی راہ میں رکاوٹ بنا ہوا ہے۔

3 پاکستان کے گاڑیوں کے شعبے پر ایک خصوصی سیکشن سے ظاہر ہے کہ زیادہ تر پاکستانی صارفین (فلاحی اعتبار سے) بھارتی صارفین کے مقابلے میں خوشحال نہیں کیونکہ پاکستان کے گاڑیوں کے شعبے کے پیدا کنندگان کی مارکیٹ کی طاقت بہت ہے اور وہ بین الاقوامی مسابقت سے بھی محفوظ ہیں۔

4 ہمیں توقع ہے کہ م س 15ء کے بجٹ میں ٹریڈوں پر جی ایس ٹی میں کمی، ٹیوٹا کو رولا کے نئے ماڈل کے اجرا اور حکومت پنجاب کی جانب سے یلکیب اکیٹم کے اعلان کے بعد گاڑیوں کی طلب بحال ہو جائے گی۔ مزید یہ کہ پاکستان اسٹیل مل میں پیداواری سرگرمیاں بھی تیل آؤٹ پٹ کے بعد بحال ہو گئی ہیں۔

5 مثال کے طور پر: (1) زراعت میں، گلہ بانی شعبے (جو زراعت کا 56 فیصد ہے) کا تخمینہ ماضی کی شماریوں پر لگایا جاتا ہے، (2) بڑے پیمانے کی ایشیا سازی میں، عارضی صارفین مصنوعات جس میں ایگر فوڈز، پنی اینڈ جی، پونی ایور بیسلے وغیرہ شامل ہیں، پاکستان دفتر شماریات کے سرویز میں شامل نکتے نہیں کی جاتیں، اور (3) خدمات میں، پیشتر جی آئی ٹی کمپنیاں، فاسٹ فوڈ کی چیز اور فیوژن ریسٹوران، شاپنگ مال اور خصوصی خریدہ آؤٹ لٹس جو پھلتے جارہے ہیں، شامل نہیں۔

6 پاکستان دفتر شماریات قومی کھاتے مرتب کرنے کے لیے بین الاقوامی معیارات پر عمل کرتا ہے تاہم بڑے پیمانے پر ایشیا سازی کے اشاریے کی تشکیل سینسس آف میٹریکل پراجیکٹ انڈسٹریز (CMI) پر جینی ہوتی ہے جو آخری بار 2005-06ء میں کیا گیا تھا۔ توقع ہے کہ یہ نیا ایس آئی ایم 2010-11ء جو جینی الوقت مرتب کیا جا رہا ہے، پاکستان دفتر شماریات کو بڑے پیمانے پر ایشیا سازی کی بہتر تصویر شائع کرنے میں مدد دے گا۔



یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ حکومت پاکستان نے ماس 14ء میں گروتھی قرضہ ادا نہیں کیا جس سے زیر جائزہ سال کے دوران اسے اپنا مالیاتی خسارہ قابو میں رکھنے میں مدد ملی۔ تاہم اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ گروتھی قرضے کا مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ ہمارا نقطہ نظر یہ ہے کہ گروتھی قرضہ جو حالیہ مہینوں میں پھر بڑھ گیا ہے رواں مالی سال میں ادا کیا جائے گا ورنہ بجلی کی رسد زنجیر مخدوش ہو سکتی ہے جس کا ملک متحمل نہیں ہو سکتا۔

پالیسی میں پیداواری استعداد بڑھانے پر تاکید کے باوجود نتائج ملے جلے رہے ہیں۔ جو یونٹ شروع کیے گئے ہیں وہ گیس پر چلنے والے ہیں (لیکن ان میں فرنس آئل کا آپشن موجود ہے) جس کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ یونٹ مکمل ہو جائیں گے تو ان کا انحصار یا تو گیس کی ناکافی فراہمی پر ہوگا یا وہ ملک کے تیل کے درآمدی بل میں اضافہ کریں گے اور ساتھ ہی حرارتی پیداواری لاگت بڑھائیں گے۔ مؤخر الذکر سے گروتھی قرضے کا مسئلہ سنگین تر ہونے کا امکان ہے۔

جیسا کہ تیسرے باب میں ذکر کیا گیا، شعبہ توانائی میں زیادہ تکلیف دہ رکاوٹ پیداوار نہیں تقسیم ہے (جو واضح بات ہے کیونکہ زیادہ تر پیداواری یونٹ استعداد سے کہیں کم پر کام کر رہے ہیں) (دیکھئے شکل 1.1)۔ عملاً اگر پیداواری یونٹ استعداد کے استعمال کو بڑھانے کے لیے بھی تیار کر دیے جائیں تب بھی ملک میں اس بجلی کو تقسیم کر کے ضرورت مندوں تک پہنچانے کی استعداد نہیں (یعنی مین گرڈ سے اصل استعمال کنندگان تک)۔ چنانچہ طلب و رسد کا فرق کم کرنے کے لیے تقسیم پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے جس کا مطلب ہے (چوری اور رساؤ گھٹانے کی خاطر) تقسیم کا نیٹ ورک بہتر بنانے اور تیسری گرڈ پر زیادہ بوجھ ڈالنے سے گریز کے لیے وفاقی رصوبائی حکومت کی جانب سے زیادہ اخراجات۔ اس کے لیے ڈسکوز کی تشکیل نو اور نجکاری کی ضرورت بھی ہوگی۔

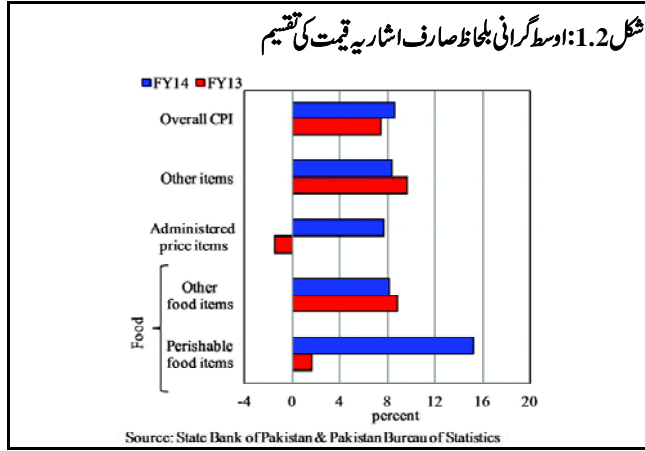
قدرتی گیس کے شعبے کے لحاظ سے صنعتی، کمرشل اور سی این جی انجنوں کی جانب سے بڑھتی ہوئی عوامی مہم جس میں حکام پر زور دیا جا رہا ہے کہ انہیں گیس فراہم کی جائے واضح نشانی ہے کہ گیس کی قلت عوام میں لا بنگ کرنے والے پالیسی سازوں تک پہنچ گئی ہے۔ جیسا کہ ہم نے سالانہ رپورٹ ماس 13ء میں بیان کیا تھا، گیس استعمال کنندگان کی ترجیح میں تبدیلی کر کے پیداواری استعمال کنندگان (بجلی، 7 پھر صنعتی اور کمرشل استعمال کنندگان) پر زیادہ توجہ مرکوز کی جانی چاہیے اور ٹیرف بڑھائے جانے چاہئیں تاکہ زراعت کم ہو اور ان سے بڑھتی ہوئی اضافی طلب کی عکاسی ہو۔ غیر معمولی طور پر بلند غیر محسوب گیس (یو ایف جی، جو بنیادی طور پر منظم سہرے) سے محاصل کے نقصان، گھرانوں میں رعایتی نرخوں پر گیس کے بہت زیادہ استعمال اور موجودہ سی این جی پالیسی کے مسائل سے نمٹنا چاہیے۔ مزید یہ کہ گیس کی دریافت اور پیداوار میں تیزی لائی جانی چاہیے تاکہ گیس کی موجودہ رسد کم نہ ہو۔

آخر، سندھ میں پاکستان کے کونسلے کے وافر ذخائر کو استعمال میں لانے کے لیے زیادہ کام نہیں کیا گیا۔ اگرچہ کونسلے سے چلنے والے پیداواری یونٹوں میں خاصی سرمایہ کاری درکار ہوگی<sup>8</sup> تاہم ایندھن کے اس وسیلے کے دوام کے پیش نظر ملک کے کونسلے کے استعمال پر ہنگامی پالیسی اقدام کی ضرورت ہے۔<sup>9</sup> ہم سمجھتے ہیں کہ جب تک شعبہ توانائی کو درپیش مختلف مشکلات کو حل کرنے کے لیے اقدامات نہ کیے جائیں، پاکستان کی معاشی بنیاد ضروری شرح نمو کو سنبھالنے کے قابل نہیں ہوگی۔

7 دیکھئے خصوصی سیکشن 3.1 جس میں گیس کو کھاد سے بجلی کے شعبے کی طرف منتقل کرنے کی صورت میں زرمبادلہ کی بچت کا تخمینہ پیش کیا گیا ہے۔

8 اس کے لیے کونسلے کی ذخیرہ کاری اور منتقلی اور اس بجلی کو پیداواری جگہ سے مین گرڈ تک پہنچانے کا انفراسٹرکچر درکار ہوگا۔

9 دیکھئے خصوصی سیکشن 3.2، جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ بجلی کی حرارتی پیداوار کے لیے کونسلے موجودہ زیر استعمال فرنس آئل سے کہیں سستا ہے۔

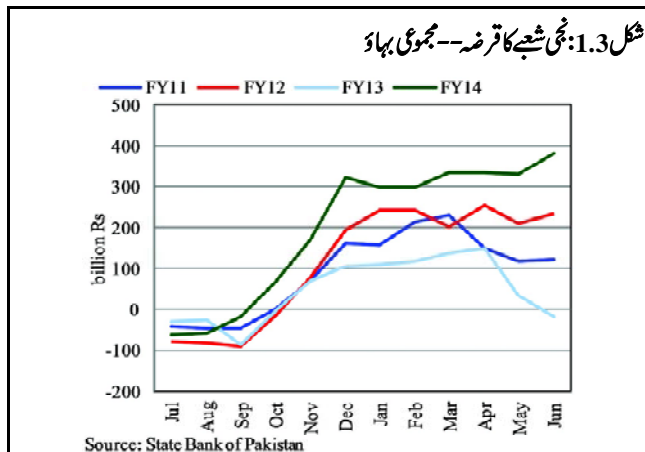


### گرانے

مالی سال 14ء میں ظاہری طور پر گزشتہ سال کے مقابلے میں گرانے میں اضافہ ہوا (دیکھئے جدول 1.1)۔ تاہم سال کے دوران ہونے والا تجربہ یہ تھا کہ گرانے ابتدائی توقعات سے کم تھی۔ اسٹیٹ بینک نے آغاز میں یہ پیش گوئی کی تھی کہ گرانے 11 سے 12 فیصد کی حدود میں رہے گی (دیکھئے چوتھا باب) جس کی بنیاد دو پہلو تھے۔ اول، م س 14ء کے اوائل میں آئی ایم ایف سے جاری مذاکرات سے بجلی کی زراعت سے پیدا کردہ مالیاتی بوجھ کو کم کرنے کی فوری ضرورت اجاگر ہوئی تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ بجلی کی پیداوار کی بڑھتی ہوئی لاگت پوری کرنے کے لیے ٹریف ریٹس خاصے بڑھانے ہوں گے۔ دوم، چونکہ استحکام کے پروگرام کی آمد آمد تھی اس لیے اسٹیٹ بینک نے پاکستانی روپے کے کمزور ہونے کا لحاظ رکھا تھا جس سے نہ صرف درآمد شدہ گرانے بڑھ جاتی بلکہ گرانے کی توقعات کو بھی تحریک ملتی۔

تاہم سال کے دوران کئی عوامل فعال ہو گئے جن کی پیش بینی نہیں کی جاسکتی تھی۔ اول، تیل کی عالمی قیمتیں توقع سے زیادہ نرم ہو گئیں۔ دوم، اگرچہ پہلی سہ ماہی میں پاکستانی روپے کی کمزوری کی توقع تھی تاہم مارچ 2014ء میں قدر بڑھنے اور مستحکم ہونے کی وجہ سے کرنسی کی مجموعی کمزوری پیش گوئی سے خاصی کم رہی۔<sup>10</sup> سوم، یورو بانڈ کی ہدف سے اوپر آمدنی اور یو پی ایل کے حصص کی کامیاب فروخت کے ہمراہ نسبتاً مختصر مالیاتی خسارے نے بیکاری نظام (خصوصاً اسٹیٹ بینک) سے حکومتی قرض گیری میں بہت کمی کر دی۔ چہارم، بجلی اور گیس کے نرخوں میں اضافہ ابتدائی توقعات سے کم تھا۔ آخر، م س 14ء کی پہلی سہ ماہی میں گرانے کی بنیادی سبب (تلف پذیر غذائی ایشیا) دسمبر 2013ء میں مدہم پڑ گیا۔ جیسا کہ شکل 1.2 میں دکھایا گیا ہے م س 14ء میں گرانے کے اصل محرکات تلف پذیر غذائی ایشیا اور سرکاری قیمتیں تھیں۔

2014ء کے اوائل میں مارکیٹ کے گرانے کے امکانات بدل چکے تھے۔ اگرچہ اسٹیٹ بینک نے بعد ازاں دوران سال اپنے تخمینے کم کر دیے تاہم مارکیٹ کا نقطہ نظر یہ تھا کہ مہنگائی اس سے بھی کم ہوگی۔ جیسا کہ چھٹے باب میں کہا گیا ہے، گرانے کے منظر نامے میں یہ تبدیلی طویل مدتی حکومتی تمسکات (پی آئی بی) کے لیے کمرشل بینکوں کی طلب میں اچانک تبدیلی کا محرک ثابت ہوئی۔ اس کی عکاسی مارکیٹ کے اس نقطہ نظر (جنوری 2014ء کے آس پاس، جسے مارچ میں تقویت ملی) میں ہوئی کہ شرح سود میں کٹوتی کی جائے گی۔



### زری پالیسی

جزواں خساروں (مالیاتی اور بیرونی) کو گھٹانے کے استحکام پروگرام کے تحت زری پالیسی میں نرمی کا موقف جو وسط 2011ء میں شروع ہوا تھا ستمبر 2013ء میں تبدیل کر دیا گیا۔ 50 بی پی ایس کے دو متواتر اضافوں کے بعد اسٹیٹ بینک نے اپنی نشانیہ شرح م س 14ء کے بقیہ حصے کے دوران یکساں رکھی۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا، اگرچہ گرانے کے بارے میں مارکیٹ کی توقعات 2014ء کے اوائل میں خاصی نرم پڑ گئیں تاہم اسٹیٹ بینک نے بیرونی شعبے کے حوالے سے تشویش اور پاکستانی روپے پر مکندہ دباؤ کے پیش نظر محتاط زری پالیسی جاری رکھی۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ پالیسی موقف حق بجانب ثابت ہو گیا ہے کیونکہ اس سے 2

10 پھر غیر متوقع رقم کی آمد اور دیگر آمدنیوں (مثلاً تھری جی فوری) سے بھی مدد ملی جن پر انحصار نہیں کیا جاسکتا تھا۔

کی نمونہ ہو کر 12.5 فیصد (جبکہ م س 13ء میں 15.9 فیصد ہوئی) پر آگئی اور اس کے باوجود نئی شعبے کے قرضے کی نمونہ نمایاں اضافے میں بھی مدد ملی جو اس سے پہلے م س 08ء میں دیکھا گیا تھا۔ جہاں تک رسد ملی پہلو کا تعلق ہے، بینکاری نظام سے پست حکومتی قرض گیری اور امانتوں کی بھرپور نمونہ کمرشل بینکوں کے لیے پیداواری قرضے دینے کی گنجائش پیدا کر دی۔ طلبی پہلو سے دیکھیں تو م س 2013ء کے عام انتخابات کے بعد پیدا ہونے والی خوش امیدیں نے قرض لینے کے لیے سازگار ماحول کو جنم دیا (دیکھئے شکل 1.3)۔ تاہم قرضے کا استعمال ٹیکسٹائل کے شعبے (جی ایس پی پلس کی تیاری کے لیے)، چینی کے شعبے (شاندار فصل اور سیالیت کے مسائل)، مشروبات (مضبوط طلب اور استعداد میں اضافہ) اور بجلی کے شعبے (مستقل قرض گیری) میں مرکوز رہا۔ مارکیٹ سے گفت و شنید کے بعد لفظ نظر یہ ہے کہ بیشتر کارپوریٹس (مثلاً سیمنٹ اور گاڑیاں)۔ دیکھئے باکس 2.3 اور خصوصی سیکشن 2.1) م س 14ء میں اتنے زرخیز ہو گئے کہ انہوں نے اپنی روزانہ کی کارروائیوں کے لیے قرض لیا۔

### مالیاتی پالیسی

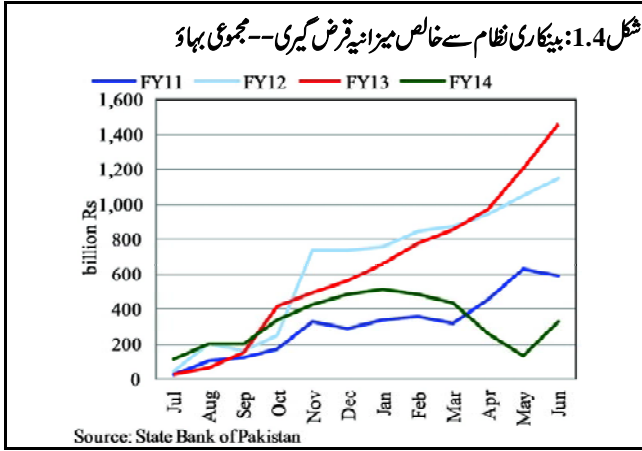
جیسا کہ جدول 1.1 میں دکھایا گیا ہے، م س 14ء میں گزشتہ برس کی نسبت مالیاتی خسارے میں خاصی بہتری آئی۔ جو 5.5 فیصد خسارہ ہوا وہ سال کے آغاز میں مقرر کردہ ہدف 6.5 فیصد سے بھی کم تھا (یہ م س 06ء کے بعد پہلی بار ہوا)۔ مجموعی حاصل (جس میں غیر ٹیکس محاصل نمایاں تھے) اور ترقیاتی اخراجات دونوں میں بھرپور نمونہ ہوئی۔ خاص طور پر وفاقی حکومت کی جانب سے پی ایس ڈی پی کے اخراجات م س 14ء میں 34.4 فیصد بڑھ گئے جبکہ پچھلے سال 11.8 فیصد کا اضافہ ہوا تھا۔ پی ایس ڈی پی کے علاوہ حکومت نے تخفیف غربت اور خواتین کو بااختیار بنانے کے لیے م س 14ء میں بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کے تحت بھی 63.9 ارب روپے کی فنڈ گرانٹ کو شمار کیا ترقیاتی اخراجات کے طور پر لیا جس سے مجموعی خسارہ اتنا ہی کم ہو گیا۔ روپے بھی 11 بجائے مجموعی م س 14ء میں بنیادی خسارے میں نمایاں کمی (اخراجات منہا واپسی قرض، نفی مجموعی حاصل) پچھلے پانچ برسوں کے مقابلے میں خوش آئند تبدیلی تھی۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ مالیاتی بہتری زیادہ تر یکبارگی نوعیت کے عوامل کی بنا پر ہوئی۔ اڈل، حکومت نے م س 14ء میں لگ بھگ 235 ارب روپے کے گردش قرضہ کا تصفیہ نہیں کیا جو وہ م س 11ء سے مسلسل کر رہی تھی (دیکھئے پانچواں باب)۔ دوم، حکومت نے 157 ارب روپے کی یکبارگی گرانٹ کو شمار کیا ترقیاتی اخراجات کے طور پر لیا جس سے مجموعی خسارہ اتنا ہی کم ہو گیا۔ عملاً یہ دو عوامل مالیاتی خسارے میں 1.5 فیصدی درجے کی کمی کا باعث بنے۔ اگر ہم جولائی 2013ء میں گردش قرضے کے تصفیے کے بعد اس میں پی ایس ایز سے 56.0 ارب روپے (قبل ازیں لیے گئے قرض پر مارک اپ کے طور پر) کی وصولی اور یونیورسٹی سروس فنڈ کے 67.7 ارب روپے کو بھی جوڑ لیں تو مالیاتی خسارہ جی ڈی پی کے 7.5 فیصد تک پہنچ جاتا ہے جو اب بھی م س 13ء کے اصل خسارہ 8.2 فیصد سے کم ہے (دیکھئے جدول 5.2)۔

م س 14ء میں مالیاتی محاذ پر بعض اہم واقعات کو اجاگر کرنا ضروری ہے: (1) حکومت نے ود ہولڈنگ ٹیکسوں پر توجہ مرکوز کر دی جو پچھلے سال کے مقابلے میں 32.6 فیصد بڑھ گئے (اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگوں سے رضا کارانہ طور پر ٹیکس لینے میں کس قدر دشواری ہوتی ہے)، (2) وفاقی زر ہائے اعانت پچھلے سال سے کم تھے پھر بھی ہدف سے 27 فیصد زیادہ تھے، (3) ٹیکس جال بڑھانے کی کوششیں کامیاب ہوئیں (نئے ٹیکس دہندگان کو بھیجے گئے نوٹس کے لحاظ سے) لیکن اس سے اصل محاصل پر کوئی خاص اثر نہیں پڑا، اور (4) م س 13ء کی طرح اسٹیٹ بینک کے منافع، تھری جی رفرور جی لائسنسوں کی وصولی، یو ایس ایف کی رقم کے استعمال اور حکومت کو حاصل ہونے والے تیل و گیس چارجز کی وجہ سے ہونے والی غیر ٹیکس محاصل میں مستحکم نمودار جی گئی (دیکھئے جدول 5.7)۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا، غیر ٹیکس محاصل سے ٹیکس محاصل کی کمی کو پورا کرنے میں مدد ملی لیکن یہ امر ملک کے ٹیکس ڈھانچے میں درکار ساختی تبدیلیوں کے لیے اچھا شگون نہیں۔

مالیاتی حوالے سے مثبت ترین پیش رفت خسارے میں کمی اور بیرونی رقوم کی آمد شروع ہونا تھی۔ اس سے بینکاری نظام پر مارکاری دباؤ کم ہو گیا (دیکھئے شکل 1.4)۔ بیرونی رقوم اور پی آئی بیز میں بلند غیر بینک سرمایہ کاری نے اطمینان کے احساس میں اضافہ کیا۔ سال کے دوران اسٹیٹ بینک حکومت کو اپنی قرض گیری کم کرنے میں کامیاب رہا اور کمرشل بینکوں کو بھی نئی شعبے کو رقوم فراہم کرنے کی گنجائش مل گئی (دیکھئے چوتھا باب)۔

11 دلچسپ بات یہ ہے کہ بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام مالی شمولیت کے فروغ کے لیے اسٹیٹ بینک کی کوششوں کو تقویت دیتا ہے کیونکہ تقسیم کے لیے بینکاری سہولتیں استعمال کی جاتی ہیں۔ اسٹیٹ بینک معاشرے کے محروم طبقات کو مالی خدمات کی فراہمی کے لیے فعال رہا ہے۔ اس سلسلے میں کیے گئے اہم اقدامات میں یہ شامل ہیں: (1) بنیادی بینکاری کھاتوں کا تعارف کرایا جانا جس کا مقصد کم آمدنی والے افراد کو بینکاری سہولتوں کی فراہمی ہے، (ب) سالانہ برانچ لائسنسنگ پالیسی، جس کے تحت بینکوں کو بینکاری خدمات سے محروم علاقوں میں کم از کم 20 فیصد نئی شاخیں کھلنی ہوتی ہیں، اور (ج) بلا دفتر بینکاری اور پائیدار خرد مالکاری کی فراہمی کے لیے سازگار ماحول پیدا کرنے کی کوششیں۔



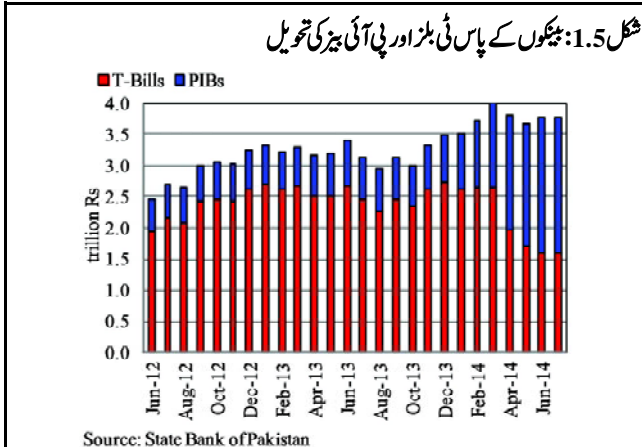
آخر، صوبائی حکومتوں کا جمع شدہ فاضل 149.5 ارب روپے تھا جبکہ ہدف صرف 23 ارب روپے رکھا گیا تھا۔ ان اعداد و شمار سے ظاہر ہوگا کہ پی ایس ڈی پی کے اخراجات میں کمی صوبائی حکومتوں کی محدود قوت خرچ سے جوڑی جاسکتی ہے جس کی وجہ سے فاضل رقوم ہدف سے بہت اوپر نکل گئیں۔ مزید برآں، ہم سمجھتے ہیں کہ صوبائی حکومتوں کو قابل تقسیم پول جاری کرنے اور واپسی قرض اور دفاع کے لیے رقوم مختص کرنے کے بعد وفاقی حکومت نے صوبائی حکومتوں تک یہ بات پہنچائی ہے کہ انہیں مجموعی مالیاتی خسارہ کم کرنے میں مدد دینی چاہیے۔ اس بات کو مالی سال کے آخر میں غیر متوقع رقوم کی آمد سے تقویت ملتی ہے جس نے صوبائی حکومتوں پر اسٹیٹ بینک کی مالکاری پر سخت حدود کے ساتھ مل کر اخراجات کے انداز میں کسی قدر احتیاط کا رویہ پیدا کر دیا ہے۔

اس کے باوجود صوبائی حکومتوں کی اخراجات کی مختلف ترجیحات مثبت علامت ہے کیونکہ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صوبائی حکومتیں صوبے کی ضروریات کے لحاظ سے اپنے اخراجات کا انداز متعین کر رہی ہیں۔ ہمارا نقطہ نظر یہ ہے کہ صوبائی سرکاری مشینری میں استعداد کی رکاوٹوں کو دور کرنے کی ضرورت ہے اور ٹیکس اکٹھا کرنے کی زیادہ ذمہ داری صوبوں کو دی جانی چاہیے۔ محاصل پر زیادہ قابو ہوگا تو امکان ہے کہ صوبائی حکومتیں اپنے اپنے بجٹ کا انتظام بہتر طور پر کر سکیں گی۔

#### قرضے اور سیالیت کا انتظام

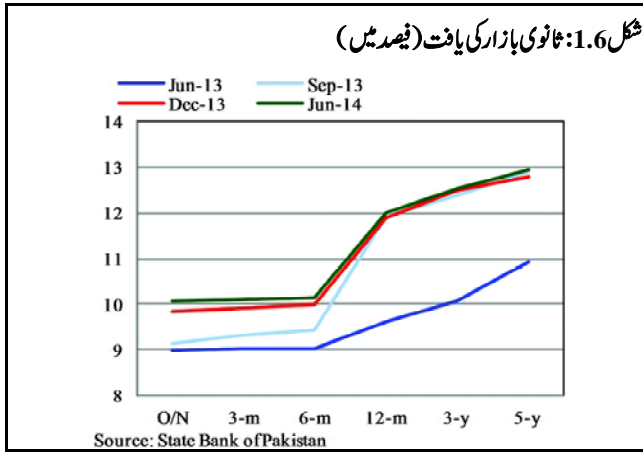
بازار قرض میں بدلتے ہوئے تحریکات نے سیالیت کے انتظام کو مزید مشکل بنا دیا ہے لیکن مجموعی طور پر ہم س 14ء کے اختتام پر نتیجہ مثبت ہے۔ استحکام پروگرام کے آغاز نے اسٹیٹ بینک کو اس کے لیے تیار کر دیا تھا کہ حکومتی قرض گیری کا سلسلہ مرکزی بینک سے ہٹ جائے۔ چنانچہ اس امر کو یقینی بنانے کی ضرورت تھی کہ بینکوں کے پاس ٹی بلز کے ذریعے حکومت کو مالکاری فراہم کرنے کے لیے کافی سیالیت دستیاب ہو۔ تاہم جیسا کہ چھٹے باب میں زیادہ مفصل طور پر بیان کیا گیا ہے، سال کے ابتدائی حصے میں مہنگائی بڑھنے (اور اسی دور میں آئی ایم ایف پروگرام کا آغاز ہوا) کی وجہ سے مارکیٹ ستمبر 2013ء میں نمایاں زری تخی کی توقع کر رہی تھی۔ چنانچہ جولائی تا نومبر 2013ء کی مدت کے دوران بازار زیادہ تر سیال تھا جس کے بعد حالات خاصے تبدیل ہو گئے۔

جیسا کہ چوتھے باب میں کہا گیا ہے، جنوری 2014ء تک مارکیٹ کے گرانی کے منظر نامے میں تبدیلی واضح ہو چکی تھی جس سے پی آئی بیز کے لیے بینکوں کی طلب میں اچانک تبدیلی سمجھ میں آتی ہے۔ جیسا کہ شکل 1.5 میں دکھایا گیا ہے، حکومتی تمسکات کی واجب الادا تحویل (کمرشل بینکوں کے پاس) سال کے دوران بڑھتی رہی لیکن جنوری 2014ء سے ہیئت ترکیبی میں تیزی سے تبدیلی آئی۔ اگرچہ احساسات میں اس تبدیلی کا واجب الادا حکومتی قرض کی اوسط عرصیت میں بہتری کے حوالے سے گہرا تھا تاہم اس بارے میں تشویش بڑھ رہی ہے کہ یہ تبدیلی کس حد تک ہے۔

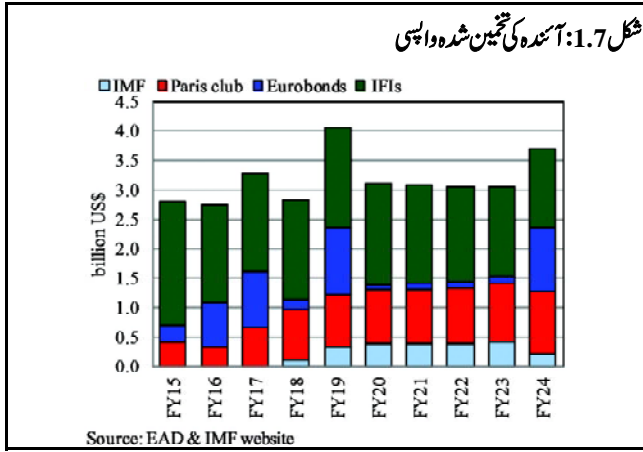


وسطی 2014ء تک کمرشل بینکوں کی پی آئی بیز کی تحویل ٹی بلز تحویل سے زیادہ تھی، جو دسمبر 2000ء میں پی آئی بیز کے آغاز سے اب تک پہلا موقع تھا۔ پی آئی بیز کو اپنی کتابوں میں رکھنے کا رجحان ابھی تک برقرار ہے۔ اس تبدیلی کی شدت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ پچھلے چند برسوں سے بینک ٹی بلز میں کتنی تیزی سے سرمایہ کاری کر رہے ہیں۔ چونکہ پی آئی بیز سے سیالیت طویل میعادوں کے لیے پابند ہوجاتی ہے اس لیے نجی شعبے کے لیے قرض کی گنجائش محدود ہوجانے کا معاملہ اتنا سنگین ہے۔





یہ اتفاق نہیں کہ خط یافت میں بھی جولائی اور ستمبر 2013ء کے درمیان خاصی تبدیلی دکھی گئی۔ جیسا کہ شکل 1.6 میں دکھایا گیا ہے، ٹی بل اور پی آئی بیز کی شرحوں کے درمیان نمایاں فرق رکھا گیا ہے۔ مزید یہ کہ نومبر سے مئی سال کے آخر تک خط یافت کا ٹی بل حصہ زیادہ افقی ہو گیا جبکہ پی آئی بی والے حصے میں اوپر کی طرف کچھ عموماً رہی (5 اور 10 سالہ پی آئی بیز سے ظاہر ہونے والی طویل تحویل کے پیش نظر یہ متوقع تھا)۔ خط یافت میں بظاہر اس لا تعلقی کے باوجود ٹی بلز کے مقابلے میں پی آئی بیز کی کشش بڑھ گئی جس سے بینکوں کی طویل مدتی حکومتی پیپر کی تحویل میں تیز معکوس رجحان کی وضاحت ہوتی ہے۔



بازار پر توجہ مرکوز کی جائے تو ماس 14ء کو دو مدتوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: قبل از نومبر اور بعد از نومبر۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا، جولائی تا نومبر کی مدت کو 'انتظار کرو اور دیکھو' کا دور کہا جاسکتا ہے جس میں بینک سیال رہے اور اسٹیٹ بینک کی مداخلتوں کا مقصد بازار کے سودوں کے ذریعے سیالیت کو جذب کرنا تھا۔ یہ وہ عرصہ تھا جب شبینہ شرحیں شرح سود کو ریڈور کے درمیان رہیں اور بیشتر مواقع پر بینکوں نے اسٹیٹ بینک میں اضافی نقدی رکھی۔<sup>12</sup> اس مدت میں حکومتی تمسکات میں سرمایہ کاری بنیادی طور پر سہ ماہی ٹی بلز میں رہی اور بہت سی نیلامیوں میں طویل میعادوں (6 تا 12 ماہ) کی کوئی بولیاں نہ آسکیں۔

نومبر 2013ء کے بعد صورت حال میں اچانک تبدیلی آئی۔ بینک پر نشان ہونے لگے کہ شرح سود نقطہ عروج پر پہنچ گئی ہے اور گرانی توقعات سے کہیں زیادہ

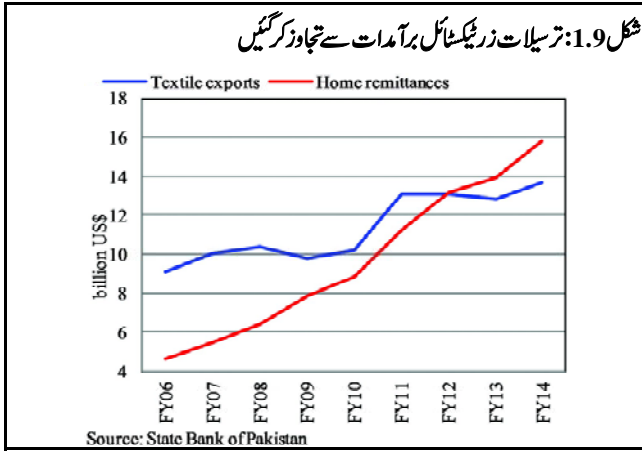
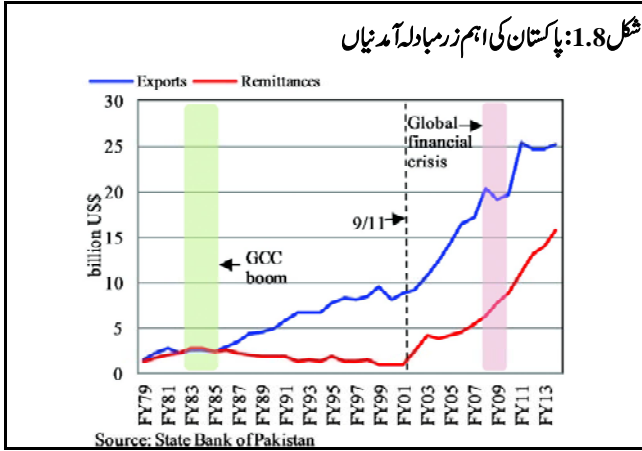
نیچے کی طرف جانے لگی۔ دسمبر 2013ء میں پہلی ٹی بل نیلامی میں بہت زیادہ بولیاں دینے کے سوا بینکوں نے پی آئی بیز پر توجہ مرکوز کی (دیکھئے چھٹا باب)۔ زیادہ بولیاں (ٹی بل اور پی آئی بیز میں) دینے کے اس انداز کی بنا پر اسٹیٹ بینک کو بازار میں نقد کا ادخال کرنا پڑا لیکن اس نے بعض تحفظات کے ساتھ ایسا کیا کیونکہ اس سے اس کے خالص ملکی اثاثوں کی نمونہ راست متاثر ہوئی جو آئی ایم ایف کے ساتھ طے شدہ سہ ماہی اہداف کو خنڈوش بنا سکتی تھی۔

جہاں تک پاکستان کے بیرونی قرضے کا تعلق ہے، ماس 14ء دو سال میں پہلا موقع تھا جب اس کی واجب الادا بیرونی مقروضیت کم نہیں ہوئی۔ واجب الادا قرضے میں 4.6 ارب روپے کے اضافے کی آئی ایم ایف پروگرام کے آغاز سے واضح تشریح ہو جاتی ہے۔ تاہم خود آئی ایم ایف کے حق میں پاکستان کی مقروضیت ماس 14ء کے دوران 1.4 ارب ڈالر کم ہو گئی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ توسیعی فنڈ سہولت سے ابتدا میں رقم نہیں ملنا تھی۔ عملاً ماس 14ء میں پاکستان آئی ایم ایف کو زیادہ ادائیگی کر رہا تھا بہ نسبت نئے قرضوں کے جو اسے آئی ایم ایف سے ملے تھے۔ پاکستان کے بیرونی قرضے میں اضافے کی حقیقی وجہ یورو بانڈ کا کامیاب اجرا نیز عالمی بینک اور ایشیائی ترقیاتی بینک سے نئی فنڈنگ اور بعض دوطرفہ قرضوں کی آمد تھی۔

اگرچہ بیرونی قرضوں کی آمد سے اسٹیٹ بینک کے ذخائر بڑھانے اور بازار مبادلہ کو پرسکون کرنے میں مدد ملی تاہم ماس 14ء کے دوران قرضے کی پائیداری کے بعض اظہاریوں میں بگاڑ دیکھا گیا۔ برآمدی آمدنی اور ریزر مبادلہ آمدنی (یعنی برآمدات اور ترسیلات) کی کسر کے لحاظ سے بیرونی قرضے کی واپسی دونوں میں اضافہ ہوا۔ اسی طرح بیرونی قرضے کا اسٹاک بطور فیصد جی ڈی پی بڑھا۔ اسے ائینہ کے طور پر دیکھا جانا چاہیے کیونکہ مستقبل میں پاکستان کو اپنی مضبوط کرنسی کی آمدنی بڑھانی چاہیے اور اپنے بیرونی خسارے کو پورا کرنے کے لیے مزید قرضے نہیں لینا چاہیے (دیکھئے شکل 1.7)۔

<sup>12</sup> سیالیت اور نقد میں امتیاز کو نا ضروری ہے۔ نقد کا مطلب ہے بینک میں دستیاب نقدی جبکہ سیالیت سے مراد بینک میں موجود حکومتی تمسکات ہیں جو دستیاب نقدی میں تبدیلی کی جاسکتی ہیں۔





### بیرونی شعبہ

بیرونی شعبے کا کلیدی پیغام یہ ہے کہ بیرونی خسارے کا مجموعی ساؤم 14ء میں قابل انتظام تھا مگر اس کو پورا کرنا دشوار تھا۔ مالی سال کے آغاز میں اسٹیٹ بینک کے زرمبادلہ کے ذخائر مسلسل گر رہے تھے، صرف پہلی سہ ماہی میں ماہانہ جاری کھاتے کے خساروں کی بنا پر نہیں بلکہ آئی ایم ایف کو بھاری ادائیگیوں کی وجہ سے بھی جو نومبر 2013ء تک جاری رہیں۔ اگرچہ ان ادائیگیوں سے بین الینک منڈی پر براہ راست اثر نہیں پڑا تاہم اسٹیٹ بینک کے زرمبادلہ کے ذخائر میں کمی سے بازار مبادلہ میں احساسات ضرور مجروح ہوئے۔ جیسا کہ ساتویں باب میں بیان کیا گیا ہے، م 14ء کی پہلی سہ ماہی میں امریکی ڈالر کے مقابلے میں روپے کی قدر خاصی کم ہو گئی۔

اگرچہ آئی ایم ایف پروگرام کے شروع ہونے کے ساتھ بازار مبادلہ میں احساسات بہتر ہو گئے تاہم حقیقی بہتری دوسری سہ ماہی میں سامنے آئی۔ دسمبر میں جاری کھاتے کے فاضل کی خبر (جو جنوری میں عام کی گئی) اور فروری میں ایک اور فاضل کا معاملہ مارکیٹ کے گرانی میں نرمی کے منظر نامے اور یورپی یونین (جی ایس پی پلس) کو برآمدات کے آغاز کے ساتھ سامنے آیا۔ مزید برآں، فروری مارچ 2014ء میں 1.5 ارب ڈالر کی گرانٹ، اپریل میں یورو بانڈ اور تھری جی فور جی کی آمدنی اور جون میں یو بی ایل کے حصص کی فروخت نے اسٹیٹ بینک کے زرمبادلہ ذخائر کو تیز رفتاری سے بڑھا دیا۔

نتیجتاً روپے کی قیمت میں ہونے والے اضافے نے مثبت احساسات کو جنم دیا کیونکہ عوام نے اسے نمو کے مرحلے کے آغاز کے طور پر دیکھا جس کی قیادت حکومت کرے گی۔ بعد میں روپے کی قیمت میں 98-99 فی ڈالر کی حدود میں استحکام آیا ہو سکتا ہے وہ برآمد کنندگان کو پسند نہ آیا ہو لیکن دیگر حلقوں نے اسے مثبت طور پر دیکھا جنہوں نے یہ محسوس کیا کہ روپے کو اس سطح پر لانے کے حکومت کے ابتدائی وعدے ضرورت سے زیادہ رجائیت پر مبنی تھے۔ روپے میں یہ استحکام م 14ء کے آخر تک برقرار رہا۔

وسیع تصویر دیکھی جائے تو بیرونی شعبے میں نمایاں کارکردگی تارک وطن پاکستانیوں کی ہے۔ دوران سال بازار مبادلہ میں بدلتے ہوئے احساسات کے باوجود کارکنوں کی ترسیلات 1.9 ارب ڈالر بڑھ گئیں جو ڈالر کے لحاظ سے 13.8 فیصد اضافہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جیسا کہ شکل 1.8 میں دکھایا گیا ہے ترسیلات میں 9/11 کے بعد نمایاں نمودار کی گئی ہے۔ تاہم زیادہ دلچسپ بات یہ ہے کہ پاکستان کے برآمدی محاصل م 10ء سے تقریباً چھوٹا ہوا ہے (جس کا تعلق منفی بین الاقوامی حالات اور توانائی و سلامتی جیسے ملکی مسائل سے جوڑا جاتا ہے)۔ تاہم ترسیلات میں بھرپور اضافہ ہوا ہے۔ اگرچہ ترسیلات سے یہ توقع نہیں تھی کہ وہ ہماری روایتی برآمدات میں مرکزی کردار ادا کریں گی تاہم ماضی کے ریکارڈ سے ظاہر ہے کہ پاکستان نہ صرف ٹھوس ترسیلات کے حصول میں خوش قسمت رہا ہے بلکہ یہ معیشت کی اصل طاقت بھی بن گئی ہیں۔<sup>13</sup>

جیسا کہ سابقہ مطبوعات میں بیان کیا گیا، یہ واضح ہوتا جا رہا ہے کہ پاکستان کی اصل زرمبادلہ آمدنی ٹیکسٹائل برآمدات کے بجائے کارکنوں کی ترسیلات سے آرہی ہے۔ معاشی لحاظ سے افرادی قوت بھی اتنی ہی مسابقتی برتری رکھتی ہیں جتنی روایتی ٹیکسٹائل برآمدات (دیکھئے شکل 1.9)۔ اصل کلید اس امر کو یقینی بنانا ہے کہ برآمدی وصولیاں (افرادی قوت سے)

<sup>13</sup> تاہم فعال طور پر افرادی قوت کو برآمد کرنے کی ایک قیمت ہے جو ملکی اشیا سازی اور خدمات کے شعبوں کو ادا کرنا پڑتی ہے۔ بہر حال ہم سمجھتے ہیں کہ جب پاکستانی معیشت ایسا روزگار پیدا کرنے کے قابل ہو جائے گی جو پاکستانیوں کو بیرون ملک لیتی ہو تو ملک سے ترک وطن کا سلسلہ رک جائے گا اور شاید ملکوں ہو جائے۔

ہمارے بینکاری نظام کے توسط سے آئیں۔ ہمارا نقطہ نظر یہ ہے کہ سرکاری ترسیلات کی جانب منتقلی ہی کی بنا پر رقوم کی آمد بڑھتی رہی ہے حالانکہ 2008ء کے بعد خلیج تعاون کونسل اور عالمی معیشت میں سست رفتاری آئی۔ مزید برآں، ان رقوم کی آمد میں مخالف گردش کا عنصر ہے: جب ملکی معیشت کی حالت اچھی نہ ہو تو امکان ہوتا ہے کہ تارک وطن پاکستانی یہاں اپنے اہل خانہ کی مدد کے لیے زیادہ ترسیلات بھیجیں گے۔ نیز اگر ملکی روزگار کے مواقع امید افزانہ ہوں یا پاکستانی سلامتی کے خدشات کی بنا پر ترک وطن کریں تو بھی ترسیلات کی آمد بڑھنے کا امکان ہوتا ہے۔ روایتی برآمدات میں ایسا نہیں ہوتا کیونکہ ان کا انحصار ہموار طور پر چلتی ہوئی ملکی معیشت یا بین الاقوامی منڈی میں پیدا کردہ تعلقات پر ہوتا ہے۔

اگرچہ تجربہ کاروں نے اس بارے میں اندیشے ظاہر کیے ہیں کہ خلیج تعاون کونسل میں مقامی افرادی قوت کے استعمال سے پاکستان کی جانب ترسیلات کا حجم متاثر ہو سکتا ہے تاہم ہم سمجھتے ہیں کہ کارکنوں کی ترسیلات کی اصل رقم فی الحال سرکاری واسطوں سے آنے والی رقوم سے کہیں زیادہ ہے۔ جیسا کہ 9/11 نے تارک وطن پاکستانیوں کو سرکاری واسطوں سے رقوم گھر بھیجنے پر مجبور کیا تھا اسی طرح کافی منقولی شواہد موجود ہیں کہ ایک متوازی بازار مبادلہ خاصی بڑی رقم کے انتقال کی کارروائیاں کر رہا ہے۔<sup>14</sup> اب جبکہ دہشت گردوں کی رقوم کی فراہمی اور اپنے صارف کو پچانو کے نام سے ضوابطی معمول عام ہوتا جا رہا ہے اس لیے ہمیں توقع ہے کہ بینکوں اور مبادلہ کمپنیوں کے واسطے سے زیادہ ترسیلات بھیجی جائیں گی۔ چنانچہ اسٹیٹ بینک کو اعتماد ہے کہ ترسیلات میں بھرپور اضافہ ہوتا رہے گا۔

### 1.3 منظر نامہ

جدول 1.2: اہم معاشی اہداف اور پیش گوئیاں			
م 15ء		م 14ء و 13ء	
اسٹیٹ بینک کی پیش گوئی 1	ہدف 2	فیصد نمو	
4.0 - 5.0	5.1	تعمیراتی ڈی پی پی	
6.5 - 7.5	8.0	صاف اشاریہ قیمت (اوسط)	
11.5 - 12.5	-	زر 2	
ارب ڈالر			
16.5 - 17.5	16.7	ترسیلات	
25.4 - 25.9	27.0	برآمدات (ایف او بی)	
43.9 - 44.7	44.2	درآمدات (ایف او بی)	
فیصدی ڈی پی پی			
5.0 - 6.0	4.9	مالیاتی خسارہ	
1.0 - 2.0	1.1	جاری حسابات کا خسارہ	

ماخذ: 1 بینک دولت پاکستان۔

2 منصوبہ بندی کمیشن۔

3 وزارت خزانہ۔

پاکستان کی معیشت کا منظر نامہ اوائل م 15ء میں سیلاب سے داغدار ہو گیا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ نقصان پچھلے برسوں کی نسبت کم ہوا ہے۔ جیسا کہ جدول 1.2 میں دکھایا گیا ہے، مالیاتی خسارے کے ہدف کو چھوڑ کر جو وفاقی بجٹ سے لیا جاتا ہے، م 15ء کے لیے حکومت کے دیگر اہداف منصوبہ بندی کمیشن تشکیل دیتا ہے۔ اسٹیٹ بینک کی کلاں پیش گوئیاں (جن میں سیلاب کے اثر کو شامل کرنے کے لیے ترمیم کی گئی ہے) تقابل کے لیے دکھائی گئی ہیں۔<sup>15</sup> انحراف کے اہم نکات میں زیادہ بڑا مالیاتی خسارہ، زیادہ بڑا جاری کھاتے کا خسارہ اور کسی قدر پست تر نمو کا تخمینہ شامل ہیں۔ بہر حال اسٹیٹ بینک کی مالی خسارے کی پیش گوئی میں، جو 5 سے 6 کے درمیان ہے، گردش قرضے کا مکمل تصفیہ شامل نہیں۔

ایک اور اہم تبدیلی سیاسی بے یقینی کی ہے جو عوامی مظاہروں سے پیدا ہوئی جو وسط اگست میں شروع ہوئے تھے اور پھر کم ہو گئے ہیں (دیکھئے ستمبر 2014ء کے لیے آئی بی اے اسٹیٹ بینک کا اعتماد صارف اشاریہ)۔ اس سیاسی تعطل کی معاشی لاگت کا تعین کرنا مشکل ہے لیکن یہ بات واضح ہے کہ غیر یقینی کیفیت کی وجہ سے سرمایہ کاری منصوبے مؤخر ہو گئے ہیں۔ جن کاروباری اداروں کو وفاقی حکومت سے رابطے کرنے ہوتے ہیں، ان کے لیے تاخیر عام ہو گئی ہے۔

آئی ایم ایف پروگرام بھی مارکیٹ کے لیے تشویش کا باعث بنتا جا رہا تھا کیونکہ چوتھے جائزے میں تاخیر کی وجہ سے آئی ایم ایف نے اپنی قسط مؤخر کر دی ہے۔ تین معاملات پر آئی ایم ایف پاکستان کا کیس بورڈ میں لے جانے سے پہلے پیش رفت دیکھنا چاہے گی: (1) بجلی کے شعبے میں ٹریف کا اضافہ، (2) حکومت کو بجٹ میں شامل 145 ارب روپے کا گیس انفراسٹرکچر ڈیولپمنٹ سیس (GIDC) وصول کرنا چاہیے، اور (3) اسلامک سکلوک کا کامیاب اجرا۔ بہر حال واٹکنٹن ڈی سی میں بینک اور فنڈ کے حال ہی میں ختم ہونے

14 انتقال زر کا یہ راستہ ملک سے سرمائے کے فرار اور بلند صارفی مصنوعات کی نقد درآمد کا باعث بن رہا ہے۔

15 سالانہ منصوبے کے اہداف اپریل 2014ء میں تشکیل دیے گئے جبکہ اسٹیٹ بینک نے اپنے تخمینے نومبر 2014ء میں لگائے۔

والے سالانہ اجلاسوں میں امید افزا علامات نظر آئیں کہ چوتھی اور پانچویں قسط کو ملادیا جائے گا اور وہ دسمبر 2014ء تک فراہم کر دی جائیں گی بشرطیکہ حکومت پاکستان نے بعض اقدامات کیے۔

بیرونی شعبے کے حوالے سے، آئی ایم ایف کی قسط کی وصولی میں تاخیر کے ساتھ م س 15ء کی پہلی سہ ماہی میں جاری کھاتے کا بڑا خسارہ ہوا جس نے پاکستان کے زیر مبادلہ ذخائر پر اثر انداز ہونا شروع کر دیا ہے۔ اس بارے میں بجا طور پر تشویش موجود ہے کہ پاکستان کی برآمدی کارکردگی مارچ 2014ء میں روپے کی قیمت میں اضافے سے متاثر ہوئی ہے لیکن دستیاب اعداد و شمار سے حتمی جواب ممکن نہیں۔ علاوہ ازیں پٹرولیم، لوہے اور فولاد، پلاسٹک اور کھاد کے لیے درآمدی ادائیگیاں بلند رہیں۔ م س 15ء کی پہلی سہ ماہی میں بیرونی شعبے پر اس دباؤ کے باوجود اسٹیٹ بینک کو یقین ہے کہ جاری کھاتے کا خسارہ ایک یا دو فیصد جی ڈی پی کی سطح پر قابل انتظام رہے گا۔

اگست 2014ء کے بارے میں ابتدائی خدشات کم ہو گئے ہیں کیونکہ م س 15ء میں مہنگائی کے امکانات بہتر ہوئے ہیں۔ اوسط گرانی کے لیے اسٹیٹ بینک کی ابتدائی حدود 7.5 سے 8.5 فیصد (لگ بھگ م س 14ء چینی) کے درمیان تھی لیکن تیل کی عالمی قیمتوں میں تیزی سے کمی کی پیش گوئی نہ کی جاسکی۔ عملاً نومبر 2014ء میں تیل کی خوردہ قیمتوں میں کمی اور تیل کی عالمی قیمتوں کے نرم ہونے کے امکانات سے نتیجہ نکلتا ہے کہ م س 15ء کے لیے گرانی کی شرح کا تخمینہ کم کر کے 6.5 سے 7.5 فیصد کر دیا گیا ہے۔ تاہم بجلی کی ذرائعانت میں مزید کٹوتی اور جی آئی ڈی سی کی وصولی سے مہنگائی اوپر جانے کے امکانات ہیں۔

اسٹیٹ بینک کے لیے زیادہ فکر کا باعث کمرشل بینکوں کی اپنی بیلنس شیٹوں پر پی آئی بی کی تھوہیل برقرار رکھنے میں دلچسپی ہے۔ م س 15ء کی پہلی سہ ماہی میں بولی کے اندازتشویشناک تھے کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ بینکوں کو ٹی بلز کی طلب نہیں رہی اور وہ طویل مدتی پی آئی بی میں اپنی رقوم پھنسانے کے لیے آمادہ ہیں۔<sup>16</sup> ٹی بلز اور پی آئی بی کی شرحوں میں فرق ریکارڈ سطح پر پہنچ گیا ہے اس لیے بینکوں کا یہ رویہ قابل فہم ہے۔ تاہم اگر رقم پی آئی بی میں پھنسی رہی تو نجی شعبے کے لیے سرمائے کی گنجائش کا مسئلہ برقرار رہے گا۔ یہ تشویش بھی ہے کہ پی آئی بی کی شرحیں اتنی پرکشش ہیں (خصوصاً گرانی کے امکانات مدہم ہونے کی بنا پر) کہ کمرشل بینک کارپوریٹ قرض گاری سے بھی گریز کر رہے ہیں اور اس کے بجائے پی آئی بی میں سرمایہ کاری کو ترجیح دے رہے ہیں۔

آخر آئی ایس ایز میں ساختی اصلاحات کا مسئلہ ہے۔ جیسا کہ پانچویں باب میں کہا گیا، م س 14ء میں اس پہلو سے برائے نام پیش رفت ہوئی جس کا مطلب یہ ہے کہ اس ایجنڈے پر تیزی سے عملدرآمد کی ضرورت ہے۔ چونکہ ساختی اصلاحات پر ناقص عملدرآمد کا اصل سبب انتظامیہ اور عملے کے خود غرضانہ رویے کو تبدیل کرنے میں تذبذب (یا نااہلی) ہے اس لیے امکان ہے کہ گھٹائے میں جانے والے سرکاری شعبے کے کاروباری اداروں (پی ایس ایز) کی تشکیل نو کی مزاحمت کی جائے گی۔ آئندہ چیلنج یہ ہوگا کہ آیا توانائی سے متعلق پی ایس ایز، پی آئی اے، پاکستان ریلوے پر ان کی ناقص کارکردگی کے حوالے سے بروہتی ہوئی عوامی مایوسی سے کا کوئی اثر ہوگا۔

<sup>16</sup> اگرچہ پہلی سہ ماہی میں روایا فرمیں قرضے واپس کرتی ہیں تاہم ہم سمجھتے ہیں کہ بینکوں نے یہ محسوس کر لیا ہے کہ پی آئی بی کے اٹائے نجی شعبے کی قرض گاری پر حاوی ہیں۔